قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کا تقابلی جائزہ حاشیۂ الجمل اور الصاوی کی روشنی میں

Effects of Qira't Ashrah Mutwatarah on Exegesis in the light of Al-Jamal and Al-Ṣāwī Footnotes (Comparative Analysis)

Qari Abdul Nasir
Doctoral Candidate
Department of Islamic Studies,The University of Faisaabad,Pakistan:
qariabdulnasir6@gmail.com
Matloob Ahmad
Professor, Department of Islamic Studies,The University of Faisalabad, Pakistan:
drmatloobahmed786@yahoo.com

Abstract

It is a well-known fact that Islamic Studies is like a fruit tree, and it is obvious that no tree grows without branches and efforts. There are many branches of Islamic Studies that look like branches and happiness to us. The sciences of the Qurān completed until then unless the differences between the recitations of the Qurān and its various causes and interpretive effects are explained. The meanings of many commentators and recitations have been explained by readers based on their breadth of knowledge. Allāma Sulemān bin Umar al Jamal(1204 Hijri) and Allama Ahmad bin Muhammad al Ṣāwī(1241 Hijri) are also among these commentators. They discussed the different readings in their Footnotes and pays close interpretive effects. After describing the living conditions of al-Jamal and al-Ṣāwī, their style of narration has also been described as required. Three verses of the Holy Qurān are mentioned in the footnotes: verse No.85 from Sūrah al-Baqara, verse number 01 from Al-Nisā and verse number 07 from Sūrah Banī Israīl have been selected. After a comparative study of these verses, it is divided into three stages: Qurrā recitation in the first stage, Meaning of Qirā't in the second stage and in the third stage, the interpretive effects of the readings have been explained in simple but comprehensive words. It should be noted that at the end of each verse, the summary of the commentary effects was also stated in a comprehensive manner, So that the readers do not have any difficulty in understanding and reading the conceptual demands.

Keywords: Tafsir, Effects, Qira't Ashrah Mutwatarah, Al-Jamal, Al-Ṣāwī

یہ ایک متفقہ حقیقت ہے کہ علومِ اسلامیہ ایک پھل دار درخت کی مانند ہیں،اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی درخت بغیر شاخوں اور خوشوں کے نہیں ہوتا۔اسلامی علوم کے بہت سے شعبہ جات ہیں جو شاخوں اور خوشوں کی طرح ہمارے سامنے نظر آتے ہیں: مثلاً علوم ُالقرآن،علوم ُالحدیث، علم ُالسیرت، علم ُالفقہ اور علم ُالتواریخ اسلامی کی شکل میں ظہور پزیر ہوتے ہیں اور اہلِ علم وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اِن علوم میں اپنے علمی جوہر کو مختلف مراحل میں بحث اور مباحثہ کی صورت میں پیش کرتے رہتے ہیں۔اول الذکر یعنی علوم القرآن بھی آگے بہت سے حصوں میں منقسم ہوتے ہیں: علم ُالقراءات اور علم الناسخ و منسوخ وغیرہ۔ ہمارا منبعِ نظر علم ُالقراءات پر ہے کہ علوم ُالقرآن میں اِس کا بہت ہی اہم اور خاص مقام حاصل رہا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے پُر امید ہے کہ تاقیامِ قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قراءاتِ قرآنیہ کو کثیر تعداد میں مفسرینِ کرام نے اپنی اپنی تفسیروں کا ایک جزءِ خاص بنانے کے ساتھ ساتھ علمی انداز میں مختلف قراءات کے تفسیر پر اثرات کو زیبِ قلم بنانے کی کوشش کی ہے۔وہضرورت کے مطابق اختلافِ قراءات والی آیاتِ کریمہ میں تفسیری اثرات کے مختلف پہلوؤں کو بڑی سنجیدگی اور باریک بینی سے بحث کرتے نظر آتے ہیں۔علامہ جلال الدین محلیؒ(م ۸۶۴ھ)اور امام جلال الدین السیوطیؒ(م ۹۱۱ھ) نے بھی اپنی تفسیر "الجلالین" میں بھی کافی مقامات پر قراءاتِ قرآنیہ کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہیں۔حاشیۂ الجمل اور حاشیۂ الصاوی کا شمار "تفسیر الجلالین" کے مشہور حاشیوں میں ہوتا ہے،انہوں نے بھی اختلافِ قراءات والی آیتوں کو خوب زینت بخشتے ہوئے محققانہ انداز میں بحث کی ہیں۔اور یہ مقالہ بھی اُن شاخوں میں سے ایک خوبصورت خُوشہ لینے کے مترادف ہے۔چند مخصوص آیتوں کو اِن حاشیوں کی بنیاد پر تقابلی جائزہ لینے کے بعد دیگر مُعتبر مفسرین، قراءِ کرام اور دورِ جدید کے علم ُالقراءات میں مہارتِ تامہ رکھنے والے دکتور حضرات کے اقوال کی روشنی میں قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اِس مقالہ میں صرف چار آیاتِ مبارکہ زیرِ بحث ہیں: سورۃ ُالبقرہ میں سے آیت نمبر ۸۵، سورۃ ُالِ عمران میں سے آیت نمبر ۱۸۱، سورۃ النساء میں سے آیت نمبر ایک اور سورۃ ُالاسراء میں سے آیت نمبر سات کو مقالہ کا حصہ بنایا گیا ہے۔ قارئین کی آسانی کے لیے ہر مطلوبہ آیتِ مبارکہ کے آخر میں قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کا خلاصہ کلام اختصار کے ساتھ لیکن جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ مفہومِ مطالب کو پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی پریشانی در پیش نہ ہو۔

در حقیقت علامہ سلیمان بن عمر الجملؒ(م ۱۲۰۴ھ) ایک شفیق استاد جبکہ علامہ احمد بن محمد الصاویؒ(م ۱۲۴۱ھ)ایک شاگردِ رشید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں بزرگ حضرات کا آپس میں علمی، عملی اور

مناسکِ تصوف میں بہت ہی گہرا تعلق اورایک دوسرے سے بوقتِ ضرورت اور بقدرِضرورت دینی رشتہ کے اعتبار سے رابطہ رہاہے۔یہ حضرات عربی النسل کے ساتھ ساتھ ملکِ مصر کے رہنے والے ہیں۔اوران کا شماراہلِ سنت کے مشہوراور معروف اعتماد کردہ اور مُعْتقد فیه اولیائے عظام اور علمائے کرام میں ہوا کرتا ہے۔

علامہ سلیمان الجملؒ کے حالات

علامہ عبدالرزاق بن حسن الدمشقیؒ(م۱۳۳۵ھ) نے اپنی کتاب "حلیۃُ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر" میں علامہ سلیمان بن عمر بن منصورؒ کا اسم گرامی اور نسب کو یوں بیان فرمایاہے:آپؒ کا اسمِ گرامی"سلیمان بن عمربن منصورالعُجیلی المصری الازھری الشافعی رحمة الله تعالیٰ " بتایا گیا ہے۔[1] امام الدمشقی فرماتے ہیں: سلیمان بن عمر بن منصور" الجمل " کے لقب سے مشہور ہوئےاوراسی لقب سے جانے جاتے ہیں۔[2]

علامہ عبدالرحمان فرماتے ہیں:" الجمل دراصل وہ لقب ہے جس سے سلیمان بن عمر مشہور ہوئے،اور 'العُجَیْلِیْ'کی نسبت اس مقام کی طرف کی گئی جس میں اُس کی پیدائش ہوئی تھی،وہ ایک چھوٹی سے بستی کا نام ہے جو مغربی مصر کی بستیوں میں سے ایک تھی اوراس کو عام طور پر 'بمنیۃِالعُجیل' کے نام سے یاد کیاجاتاہے۔وہ بعد میں قاہرہ جاکر تحصیل علم میں مصروف رہے۔"

شیخ سلیمان بن عمر بن منصورؒ مسلکی اعتبار سے شافعی تھے،مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے،اوراکثر وبیشتر علمائے کرام کی مجالس میں شرکت کرتے تھے کیوں کہ وہ خود بھی پایہ کے عالمِ دین اور مبلغِ اسلام تھے۔[3]

آپکا تقویٰ:علامہ سلیمان بن عمر بن منصورالعجیلی الجملؒ کے تقویٰ کے بارے میں یوں بیان کیاگیاہے:

---

[1] الدمشقی،عبدالرزاق بن حسن،حلیة البشرفی تاریخ القرن الثالث عشر،بیروت،دارصاد،طبع اول، ۱۴۱۳ھ،۲۹۲/۱۔

Aldamīshqī,Abdul Razzāq bin ḥassan,ḥūlyatūl Bashar fi Tarīkh al QarnīṢalīs al Ashar,(Beirut:Dār-Ṣādīr,1413 H),Vol.1,P.292.

[2] الدمشقی،حلیةالبشرفی تاریخ القرن الثالث عشر،88/2۔

Aldamīshqī,ḥūlyatūl Bashar fi Tarīkh al QarnīṢalīs al Ashar,1/88.

[3] کحالة،عمربن رضاء،معجم المؤلفین،بیروت،داراحیاء التراث العربی،271/4۔

Kahālath,Umar bin Razā,Majmūl Mūallīfīn,(Beirut:Dār Al Ahyā Tūrāth Arab),Vol.4,P.271.

"لم يتزوج الشيخ سليمان بن عمر بن منصور العجيلى،وفى آخر أمره تقشف فى ملبسه ولبس كساءصوف وعمامة صوف وطيلسانا، كذالك واشتهر بالزهد والصلاح ويتردد كثيرا لزيارات المشائخ والاولياء"[٤]

"شیخ سلیمان بن عمر بن منصور العجیلیؒ نے شادی نہیں کی،اور آخری اُمور میں وہ درویشی لباس زیبِ تن کرتے ہوئے دیہاتی رومال، پگڑی اور چادر پہن رکھے تھے،اِسی طرح وہ زہد اور اصلاح میں بھی مشہور تھے۔اور مشائخِ عظام اور اولیائے کرام رحمۃُاللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات میں آمد ورفت کو باعثِ سعادت سمجھ کر تاتم حیات جاری رکھے ہوئے تھے۔"

آپ رحمۃُاللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بارے میں امام الدمشقی تبصرہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

مات سليمان بن عمر بن منصورالعجيلى،المصرى الازهرى الشافعى حادى عشر ذى القعدة سنة اربع ومائتين والف بالقاهرة۔[٥]"علامہ سلیمان بن عمر بن منصور العجیلی الازہری الشافعی رحمۃُاللہ تعالیٰ علیہ گیارہ ذی القعدہ(۱۲۰۴ھ) بارہ سو چار ہجری میں قاہرہ شہر میں وفات پائی ہے نوراللہ مرقدہ۔"

علامہ احمد الصاویؒ کے حالات

علامہ احمد بن محمد المالکی الخلوتی الصاویؒ اپنے دور کے مشہور اور بے مثل مفسرِ قرآن ، محدث ، فقہُ المالکی کے معروف عالم اور اولیاءاللہ کرام میں شامل تھے۔عالمِ اسلام کے علماء ومشائخ آپؒ کو "عارف باللہ الصاوی" کے اسمِ گرامی سے یاد کرتے ہیں۔علامہ الصاویؒ کی ولادت ۱۱۷۵ ہجری بمطابق ۱۷۶۱ عیسوی میں ملکِ مصر کے مغربی حصہ ، دریائے نیل کے کنارہ میں ایک مشہور مقام "صاءُالحجر" میں ہوئی ہے[6] آپؒ نے اپنی تعلیم اِسی مقام سے حاصل کرکے تزکیہ اور تصوف کے طریقہ "خَلْوَتِيَه" میں حضرت شیخ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد العدوی المالکی الخلوتی

---

[4]كحالة،معجم المؤلفين،271/4۔

Kahālath,Majmūl Mūallīfīn,Vol.4,P.271.

[5]الدمشقى،حلية البشر فى تاريخ القرن الثالث عشر،695/1۔

Aldamīshqī,ḥūlyatūl Bashar fi Tarīkh al QarnīṢalīs al Ashar,1/695.

[6]السيوطى،عبدالرحمان بن ابى بكر،تفسيرُالجلالين،قاہرہ،دارالحديث،٢٦۔

Alsūyōtī,Abdul Rehmān bin abī bakar,Tafīrūl Jalālain,(Qāhīrath,Darūl Hadīth), P.26.

الازہری المعروف بالشیخ الدردیر المالکی المصریؒ سے بیعت کی۔انہوں نے طریقہ خلوتیہ کے سلسلہ قادریہ سے وابستہ ہو کر تادمِ حیات اِسی سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے ١٢٤١ہجری بمطابق ١٨٢٥ء میں مدینہ منورہ میں دنیائے فانی سے وصال کر گئے اور جنتُ البقیع میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ فی الدنیا والآخرۃ۔[7]

موصوفؒ نے اپنی مشہور کتاب "حاشیۃُالصاوی علیٰ تفسیر الجلالین"-میں قراءاتِ عشرہ متواترہ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قراءاتِ شاذۃ کو بھی بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت جابجاتذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے کسی مقام پر قراءاتِ متواترہ اور غیر متواترہ کی صرف نشان دہی کی ہے،اور بعض اوقات صرف قراءاتِ شاذہ کی نشان دہی کرتے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر قراءِ سبعہ کے ناموں سے بھی قراءاتِ قرآنیہ کی توضیحات کرتے رہتے ہیں۔ عام طور پر علامہ الصاویؒ نے اختلافِ قراءات کی کیفیات کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

حاشیۃُالجمل اور حاشیۃُالصاوی علیٰ تفسیر الجلالین میں سے چند آیاتِ مبارکہ کے اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو بیان کرنے کے ساتھ تقابلی جائزہ لینے کی صورت میں ایسے خاص مقامات کو بیان کرنے کی سعی کی ہے جس میں اختلافِ قراءات کی وجہ سے علامہ الجملؒ، علامہ الصاویؒ اور دیگر مفسرینِ کرام نے پُر تکلف بحث کرنے کی کوشش کی ہوں۔اور اُن کی ابحاث کی وجہ سے تفسیر میں اثر پڑتا ہو۔سب سے پہلے حاشیۃُالجمل کی اختلافِ قراءات والی عبارت کو ذکر کی ہے،اس کے بعد حاشیۃُالصاوی کی عبارت کو لایا ہے، مذکورہ دونوں عبارات کا تفسیری تقابلی جائزہ لیا گیا، بعد ازان قراءاتِ قرآنیہ کو تین مراحل میں تقسیم کیا ہے،پہلے مرحلہ میں مذاہبُ القراءِ العشرہ المتواترہ کا بیان کیا گیا،دوسرا مرحلہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے معانی اور مفاہیم کا بیان ہوا، جبکہ تیسرا مرحلہ میں قراءاتِ عشرہ کے تفسیری اثرات کو بقدرِ ضرورت توضیح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اب سورۃُالبقرہ کی آیت ٨٤ کو حاشیۃُالجمل اور حاشیۃُالصاوی کی روشنی میں قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کا تقابلی جائزہ لیا گیا جو درج ذیل ہیں:

سورۃُالبقرہ :آیت ٨٥۔حاشیۃُالجمل کی عبارت

﴿ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيقاً مِّنْكُمْ مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوْهُمْ وَهُوَمُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ﴾

---

[7] الزرکلی، خیرُالدین بن محمودبن محمد، الاعلام، بیروت، دارالعلم للملابین، ط١٥، 1422 ھ، 274/1 ۔
Alzar kulī,Khairūl Dīn bin Mahmōd bin Muhammad,Al Alām.(Beirut:Dār Al-Kutub Al-ʿIlmīyah,1422 H),Vol.1,P.274.

"قوله وفى قراءة أسرى"أى فى قراءة حمزة لكن مع الامالة ومع كون الفعل"تفدوهم" وقوله وفى قراءة"تفادوهم"يعنى مع أسارىٰ بالامالة وعدمها وكذالك تفدوهم عند غير حمزة مع أسارىٰ بالامالة وعدمها فالقراءات خمسة أسرى بالامالة مع تفدوهم وأسارىٰ بالامالة وعدمها مع تفدوهم وتفادوهم.وفى المصباح أن كلا من أسرى وأسارىٰ جمع أسير وفيالسمين يحتمل أن أسارىٰ جمع أسرى وأسرى جمع أسير.وفي قراءة"قوله تُنْقِذُوهُمْ"تفسير باللازم ففى المختار فداه وفاداه أعطىٰ فدائه فانقذه"[٨]

علامہ سلیمان بن عمر الجملؒ نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کے اختلافِ قراءات کا خوش اسلوبی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"(وفيقراءة أسرى) میں فرمایاہے کہ امام حمزہ کوفیؒ نے لفظِ 'أُسرِىْ 'میں اِمالہ جبکہ فعلِ'تَفْدُوْهُمْ ' کوبغیر الف کے پڑھا۔اور دوسری قراءت کے مطابق فعل'تُفَادُوْهُمْ ' کوالف کے ساتھ پڑھا گیا۔وہ فرماتے ہیں کہ میری مراد یہ ہے کہ لفظ' أسارىٰ'کواِمالہ اور عدم اِمالہ دونوں طریقوں سے پڑھا جائزہےاور اِسی طرح فعل'تَفْدُوْهُمْ 'کوامام حمزہؒ کے علاوہ قراءِ کرام نے بھی اُسَارىٰ کے ساتھ اِمالہ اور عدم اِمالہ سے پڑھاہے۔

پس کل پانچ قراءتیں جمع ہو گئیں:لفظِ' اُسْرِىْ' میں اِمالہ جبکہ فعل کو' تَفْدُوْهُمْ'اور لفظِ'أُسَارىٰ' کواِمالہ اورعدم اِمالہ جبکہ فعل کو تفدوہم اور تفادوہم دونوں مختلف شکلوں سے پڑھنا جائز ہے۔اورمزید فرماتے ہیں کہ "المصباح"میں یہ بھی ذکر ملتاہے کہ لفظ خواہ'أُسْرِىْ' کی شکل میں آجائے یا'أُسَارىٰ' کی صورت میں ہو ہر حال میں اِن کاواحد "اَسِيْرٌ"آئے گا۔اور یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ اُسَارىٰ کاواحد اُسْرِىْ ہو جبکہ اُسری کا واحد اَسِيْرٌ ہو۔اورایک قراءت کے مطابق اُس کا قول" تُنْقِذُوْهُمْ "یہ کلام کوپختہ کرنے کے لیے تفسیر ہے۔سُو مختار قول کے مطابق یہ مفہوم ہوگاکہ خواہ فدیہ دینے والا ہو یا لینے والا،ہر حال اور ہر صورت میں اپنے اپنے قدیوں کو خلاص کرنے کے لیے مدِ مقابل کو فدیہ ہی کے ذریعے سے سخت معاہدہ کی صورت میں قدیوں کا آپس میں تبادلہ کرتے تھے۔"

---

[8] الجمل،سليمان بن عمر بن منصور،الفتوحات الالٰهيةبتوضيح تفسيرالجلالين للدقائق الخفية، كوئٹه،مكتبة رشيديه(الطبعة غير موجود)،74/1۔

Al Jalmal,Sulaimān bin Umar bin ManṢōr,Al Futōhātul Ilahīah betawzīh Tafsīr Jalālain daqaīqKhafīah,(Kūīta,Maktabtūl Rashīddīah),74/1.

حاشیۃُالصاوی کی عبارت

"قوله:"بِالإِثْمِ"يجمع علىٰ آثام قوله:"وفي قراءة أسرى"أي بالإمالة وهي لحمزة وكل منهما جمع لأسير،قوله:"وفي قراءة تُفَادُوْهُمْ"الحاصل أن القراءات خمس أسرى بالإمالة مع تفدوهم فقط أسارى بالإمالة وعدمها مع تفدوهم وتفادوهم"[۹]

علامہ احمد بن احمد الصاوی ؒفرماتے ہیں: "اُس کا قول(بِالإِثْمِ) کواُن کے گناہوں کی بنیاد پر اسمِ جمع کے ساتھ بھی لایا جاسکتا ہے۔اس کا قول (وفي قراءة أسرى) کوامام حمزہؒ کی قراءت کی بناپراِمالہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اور یہ دونوں اَسِیْرٌ کی جمع ہیں۔اس کا قول(وفي قراءة تُفَادُوْهُمْ)کا حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں پر پانچ قراءتیں ہیں: ا۔لفظِ 'اُسْرِیْ' کو امالہ کے ساتھ جبکہ 'تَفْدُوْهُمْ 'کو بغیر الف پڑھا گیا،۲۔' اُسٰرِیْ 'کو امالہ اور بغیر امالہ کے جبکہ 'تَفْدُوْهُمْ' اور' تُفَادُوْهُمْ' دوطرح سے پڑھا گیا ہے۔"

قراءات کے تفسیری اثرات کا تقابلی جائزہ

یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ دونوں حاشیوں کا شمار"تفسیر الجلالین"کے اہم حواشی میں ہوتا ہے اوراِن جیسے مختصر مگر جامع حواشی یا تفسیر دنیائے عالم میں بہ جستجوئے زیاد تاہم بہت کم دست یاب ہیں۔اِن حاشیوں میں قراءاتِ عشرہ متواترہ اور غیر متواترہ یعنی شاذہ کے تفسیری اثرات کو علامہ سلیمان بن عمر بن منصور الجملؒ اور علامہ احمد بن محمد الصاویؒ نے اپنی اپنی وسعتِ علمی کی بنیاد پر اختلافِ قراءات والی آیاتِ مبارکہ میں جابجا بیان کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ قارئین کے سامنے ایک اہم اور قابلِ ذکر بات کوذکر کرنے کی ضرورت ہے کہ "علامہ الجملؒ " اپنے حاشیہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے تفسیری اثرات کو کافی وضاحت کے ساتھ،مدلل اور تحقیقی انداز میں بیان کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر دیگر آیاتِ مبارکہ،احدیث نبوی اور آثار کو بھی بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت لانے کی بھی سعی کرتے ہیں۔

---

[9] الصاوی،احمدبن محمدالخلوتی المالکی،حاشیة الصاوی علیٰ تفسیر الجلالین،مصرالمطبعة الازہریة،طبع اول،١٣٤٥ھ،ص:٧١۔

Al Ṣawī,Ahmad bin Muhammad Al Khalwatī Al Malīkī,ḥashyatūl Ṣawī Alā Tafsīr Jalālain,(MīṢr,Al Matbatūl al Azharīah,1345 H),P.71.

اور علامہ ' الصاوی' چونکہ علامہ 'الجمل' کا خاص شاگرد اور معتقد ہے، موصوفؒ اپنے حاشیہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے تفسیری اثرات کو بقدرِ ضرورت اور مختصرا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ بحث اور مباحثہ کرنے کی زحمت نہیں کرتے بلکہ عربی بلاغت اور ادب کو بروئے کار لاتے ہوئے اختلافِ قراءات والی آیاتِ مبارکہ کو بہت ہی دلکش اور آسان طریقے سے بیان کرتے ہیں، اور ان کا اندازِ بیان بھی محققانہ، مدلل اور علمی لحاظ سے صُوفیانہ ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں "أُسَارىٰ تُفَادُوْهُمْ" والے جملہ کے بارے میں علامہ الجملؒ نے اختلافِ قراءات کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "أُسَارىٰ تُفَادُوْهُمْ" میں پانچ قراءات کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح علامہ الصاویؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ علامہ الجملؒ مزید فرماتے ہیں کہ "المصباح" میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ لفظ خواہ 'أَسْرىٰ' واحد کی شکل میں آجائے یا 'أُسَارىٰ' جمع کی صورت میں ہو ہر حال میں اِن کا واحد 'اَسِيْرٌ' آئے گا۔ اور یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ 'أُسَارىٰ' کا واحد أُسْرىٰ جبکہ أُسْرىٰ کا واحد 'اَسِيْرٌ' ہو۔ لگتا ہے کہ انہوں نے ممکنات پر زیادہ بحث کی ہے جبکہ علامہ الصاویؒ نے اختصار سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ خواہ وہ اسم 'أُسَارىٰ' بغیر اِمالہ کے ہو یا 'أُسْرىٰ' اِمالہ کی صورت میں ہو، دونوں حالتوں میں لفظِ 'اَسِيْرٌ ' کی جمع ہوں گی یعنی دونوں کا اسمِ واحد 'اَسِيْرٌ' کی شکل میں آئے گا۔

قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو کماحقہ سمجھنے کے لیے مذکورہ حاشیوں کے علاوہ تین دیگر مختلف مراحل میں تقسیم کی ہے: پہلا مرحلہ میں مذاہبُ القراءِ العشرہ، دوسرا مرحلہ میں قراءاتِ عشرہ کے معانی ومفاہیم اور تیسرا مرحلہ میں اُن کے تفسیری اثرات کو مشہور قراءِ کرام، مفسرینِ عظام اور علومُ القرآن میں مہارتِ تامہ رکھنے والے دورِ جدید کے دکتور حضرات کے اقوال کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ہمارا یہ اسلوبِ بیان اور منہجِ تقابل اور تحقیق مقالہ کے آخر تک جاری رہے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ اِن شاءاللہ تعالیٰ عزوجل اہلِ علم اِس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے اور تشنہ گانِ علومُ القرآن اور علمُ القراءات اپنی اپنی تشنگی کو سیراب ضرور کریں گے۔

قراءِ عشرہ متواترہ کا مذہب

☆(وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارىٰ تُفَادُوْهُم) میں دو قراءتوں کا تذکرہ ملتا ہے:

☆(تُفَادُوْهُم) تا کو ضمہ فا کا فتحہ اور اثباتِ الف سے پڑھا گیا، یہ امام نافعؒ مدنی، امام ابو جعفرؒ مدنی، امام عاصم کوفیؒ، امام کسائیؒ کوفی اور امام یعقوب بصریؒ کی قراءت ہے۔

☆(تَفْدُوْھُم) تا کو فتحہ، فا کو ساکن اور حذفِ الف سے پڑھا گیا، یہ امام ابنِ عامر شامیؒ، امام ابن کثیر مکیؒ، امام ابو عمرو بصریؒ، امام حمزہ کوفیؒ اور امام خلف کوفیؒ کی قراءت۔[10]

قراءاتِ کے تفسیری اثرات

قراءاتِ عشرہ کے تفسیری اثرات کے بارے میں مفسرین میں سے امام السمین الحلبیؒ (م ۷۵٦ھ)، امام ابن عطیہؒ اور دورِ جدید کے ماہرِ قراءات دکتور عبدالواحد کے اقوال کو بیان کیا گیا ہے، علامہ الحلبیؒ کی توضیح یہ ہے:

"امام نافعؒ، امام عاصمؒ اور امام کسائیؒ نے (تُفَادُوْھم) پڑھا ہے اس صورت میں یہ جواب شرط ہو گا۔ اسی وجہ سے نونِ مرفوع کو حذف کر دیا گیا۔ کیا ان دونوں قراءات کا ایک معنی و مفہوم ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ یہاں فَاعَلَ مَزید فیہ فَعَلَ مجرد کے معنی میں ہو۔ جیسے عَاقَبْتُ اور سَافَرْتُ دونوں عَقَبْتُ وسَفَرْتُ کے معنی میں ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مذکورہ دونوں قراءات میں فرق ہو۔ در حقیقت اختلاف مشہور ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کچھ مال فدیہ کے طور پر دے کر کسی کو آزاد کرانا۔ کچھ نے کہا کہ کسی کو آزاد کرنا لیکن اس کی مثل قیدی دے کر ہی یہ کام ممکن ہو سکے گا۔" علامہ السمین الحلبیؒ مزید تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولكنى فاديت أُمِّى بعدما علا الرأس منها كبرةٌ ومشيبُ

بعبدين مرضيَّين لم يك فيهما لئن عُرِضَا للناظرين معيبُ

وهٰذا القول يرده قول العَبَّاس(فاديت نفسى و فاديت عقيلاً ـ"[۱۱]

مذکورہ اشعار اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی صورت میں 'اَسِیْر' کو حوالہ نہیں کیا جائے گا، نہ اس کی جان کے مقابلہ میں اور نہ اُس کے بیٹے کے مقابلہ۔ کسی نے کہا کہ (تَفْدُوْھُم) سے مراد آپس میں صلح کے ذریعے سے مسئلہ کا حل نکالنا ہے۔ اور (تُفَادُوْھُم) سے مراد ہے کہ تم آپس میں زبردستی سے مسئلہ کا حل

---

[10] البناء، اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعة عشر، 402/1۔
Albannā,Ithafū Fūzalā Bashar fîl Qīrāt Arbata Ashar,1/402.

[11] القرطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد، الجامع لاحكام القرآن، القاہرة، دارالكتب المصرية، الطبعة الثانية، ١٣٨٤ھ، 22/2۔
Al Qūrtūbi,Abū Abdūl Lah Muhammad bin Ahmad,Al Jāmīū Ahkam Qur ān,(Qāhīrah,Dār Al-Kutub Al-Mīsrīah,1384),Vol.2,P.22;

تلاش کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ (تَفْدُوْهُم) سے مراد ہے کہ مدِ مقابل کو فدیہ کے ذریعہ سے راضی کرنا ہے۔ اور (تُفَادُوْهُم) سے مراد ہے کہ تم اپنے دشمنوں سے اُس قیدی کے بدلہ میں فدیہ طلب کرنا ہے جو تمہارے قید میں ہے۔ درج ذیل قولِ شاعر بھی اسی کی تائید کرتا ہے: (ففی فادی اسیرك اِنَّ قومی وقومك لا اریٰ لهم اجتماعًا) ظاہر بات ہے کہ (تُفَادُوْهُم) اصل کے اعتبار سے دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے:

☆لازمی طور پر اَسیر کے لیے مال کا دینا ضروری عمل تصور کیا جائے گا۔

☆آسِرُ کے لیے مطلق ہے کہ چاہے وہ مال دے یا جان، دونوں یکساں ہیں۔ اور (تَفْدُوْهُمْ) یہ مشارکت کے باب میں سے نہیں بلکہ فریقین میں سے کوئی بھی فدیہ دے سکتا ہے مخالف کو مال کے ذریعہ سے یا مال کے علاوہ کسی اور چیز سے دونوں یکساں ہوں گے، اور فریقِ مخالف کے لیے یہ لازم تھا کہ ہر حال میں فیصلہ کو تسلیم کرے۔ مذکورہ اِختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کے بارے میں اِمام ابن عطیہؒ (م ۵۴۲ھ) اپنی مشہور اور معروف تفسیر "المحرر الوجیز" میں فرماتے ہیں:

"وحسن لفظ الاتيان من حيث هو فى مقابلة الاخراج فيظهر التضاد المقبح لفعلهم فى الاخراج"[12] يعنى انه لا يناسب مَنْ أسأتم اليه بالاخراج مِنْ داره ان تُحسن واليه بالفداء"[13]

اِمام ابن عطیۃ علیہ رحمہ فرماتے ہیں: " مذکورہ لفظ میں خوبصورتی اِس حیثیت سے ہے کہ وہ اِخراج کے مقابلہ میں ہے پس تضادِ مقبح ظاہر ہو گیا کہ اُن کے فعل کی وجہ سے لوگوں کو نکالتے ہیں یعنی مناسب نہیں تھا آدمی برائی کا مرتکب ہو کر اُن کو اپنے گھروں سے نکال دیا جائے بلکہ اَحسن طریقہ یہ تھا کہ اُن سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور یہ اُس زمانہ کا بہت ہی اہم اور کامیاب فیصلہ سمجھا جاتا رہا ہے اور وہ لوگ ایک دوسرے کا بڑے احسن طریقہ سے احترام بھی کرتے تھے۔"

---

[12] ابن عطية الاندلسى، المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، بيروت، دارالكتب العلمية، 342/1۔
IbnAatīah,t Al ūndlūsī,Al Mūharrīrūl Wajīz fī Tafsīr Kītab Aazīz,(Beirut:Dār Al-Kutub Al-Ilmīyah,),Vol.1,P.342.

[13] السمين الحلبى، شهاب الدين، الدر المصون فى علوم الكتاب المكنون، دمشق، دارالقلم، 482/2۔
Al Samīnūl ḥalbī,Shahabūl Dīn,Al Dūrrūl MaṢūn fī Ulūmīl Kītab Maknōn, (Damīshq,Darūl Qalam),Vol.2,P.282-284.

معانی قراءات اور مفاہیم

ماہرِ علم قراءات المقری دکتور عبدالواحد قراءات کے معانی، مفاہیم اور باہمی تفسیری تعلق کے بارے لکھتے ہیں:

"ان القراءات القرآنية الواردة فی هذه الآية الكريمة ينبغی حملها علیٰ معنيين متغايرين تبعًا بسياقها،اذ ان الآية قد وردت فی مقام ذم اليهود وتبكيتهم علیٰ موافقهم المتناقضة مع الانفسهم ومع كتابهم:لانهم امروا فيه الا يقتلوا انفسهم،فخالفوا ذالك بان تحالف فريق منهم مع الاوس وآخر مع الخزرج فی حروبهم و منازعاتهم قبلَ الاسلام. فاذا أُسرمنهم كان عليهم مع ذالك فداء أسراهم بالمال او غيره، اومفاداتهم برد أُسریٰ الاوس والخزرج واسترداد أسراهم،فهم يقاتلون انفسهم،ثم ينقذون اسراهم،وبناء علیٰ ذالك فان كل قراءة تمثل موفقًا مِن مواقف اليهود مع أسراهم؛ففريق يفدون أسراهم بالمال اوغيره، وآخرون يُفادون أسراهم برد أسيرٍ مثلهِ"[14]

"یقینی طور پر آیتِ کریمہ میں جو قراءات وارد ہوئی ہیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ کلام کے سیاق وسباق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو دو متغایر معانی پر محمول کیا جائے۔بے شک مذکورہ آیت نازل ہوئی ہے یہودیوں کے عیوب کو آشکارا کرنے اور ان کی سرزنش کے لیے اس موقف کے جو وہ جان بوجھ کر اختیار کر رکھے تھے اپنی جانوں اور کتاب کے ساتھ۔اِس بارے میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرنا۔انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی۔ باین طور کہ ظہور اسلام سے قبل اَوس اور خزرج انصارِ مدینہ کے دو قبائل تھے۔اُن دونوں قبائل کی آپس میں کبھی بنتی نہ تھی ان کے آپس میں ہمیشہ جنگ وجدال رہتا تھا۔ مدینے کے یہودیوں کے تین قبائل تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر تو خزرج کی طرف داری اور ان کے بھائی بند بنے ہوئے تھے جبکہ بنو قریظہ کا بھائی چارہ قبیلہ اوس کے ساتھ تھا۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ شروع ہو جاتی تو یہودیوں کے یہ تینوں گروہ بھی اپنے اپنے حلیف کا ساتھ دیتے اور ان سے مل کر اُن کے دشمن سے جنگ بھی لڑتے تھے۔ دونوں اطراف سے یہودی، یہودی کے ہاتھ مارے بھی جاتے اور موقع پا کر ایک دوسرے کے گھروں کو بھی اُجاڑ ڈالتے۔ دیس نکالا بھی دیا کرتے تھے اور مال و دولت پر بھی قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ جب لڑائی موقوف ہوتی تو مغلوب فریق کے قیدیوں کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور کہتے کہ

---

[14] سوزان،دکتورعبدالواحد،الاختلاف فی القراءات القرآنية واثره فی المعنی،جامعة الانبار،ص:١١۔
Sūzān,Doctor Abdul Wahīd,Al Iktīlāf fīl Qīraāt Qurānīyah Wa Asrūhō fīl Manī,Jamīatūl Anbar,P.11.

ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم میں سے جب کوئی قید ہو جائے تو ہم فدیہ دے کر آزاد کرالیں۔ یہ فدیہ یا تو مال کی صورت میں ادا ہوتا تھا یا مال کے علاوہ کوئی اور چیز کی صورت میں۔"

مذکورہ تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہر ایک قراءت موقفِ یہود اور قیدیوں کی مثال بیان کر رہی ہے۔ (تَفْدُوْا) والی قراءت کے مطابق فریقِ اول اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے فدیہ میں مال یا مال کے علاوہ کوئی اور چیز دیا کرتا تھا۔ (تُفَادُوْا) والی قراءت کے مطابق فریقِ ثانی اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے قیدی فدیہ میں دیا کرتا تھا۔ یعنی قیدیوں کا آپس میں تبادلہ ہوتا تھا۔ مزید اعجازِ قرآنی کو تفصیل کے ساتھ قراءاتِ متواترہ کے تفسیری اثرات کی روشنی میں بیان کرنے کے لیے اُسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے حاشیۃُ الجمل میں سے سورۃُ النساء کی آیت نمبر ایک میں اختلافِ قراءات کی وضاحت کی گئی:

سورۃُ النساء آیت ا۔ حاشیۃُ الجمل کی عبارت

﴿يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

"قوله وفى قراءة بالجر"أى لحمزة ويقرأ تسائلون بالتخفيف لاغير فجواز الامرين أى التخفيف والتشديد انماهو علىٰ قراءة نصب الارحام.اه "قوله يتناشدون بالرحم"فيقول البعض منهم للآخر انشدك بالله وبالرحيم.والرحيم القرابة وانما استعير اسم الرحيم للقرابة لان الاقارب يتراحمون ويعطف بعضهم علىٰ بعض.وفى الآية دليل علىٰ تعظيم حق الرحيم والنهى عن قطعها ويدل علىٰ ذالك ايضا الاحاديث الواردة فى ذالك.روى عن عائشة قالت،قال رسول الله صلىٰ عليه وسلم الرحيم معلقة بالعرش تقول من وصلنى وصله الله ومن قطعنى قطعه الله وعن الحسن،قال:من سألك بالله فاعطه ومن سألك بالرحيم فاعطه"[15]

علامہ سلیمان الجملؒ نے مذکورہ آیت کے اختلافِ قراءات کی تفسیر کرتے ہوئے (قوله وفى قراءة بالجر) کے بارے میں فرماتے ہیں " یہ امام حمزہ کوفیؒ کی قراءت ہے اور انہوں نے فعلِ " تَسَاءَلُوْنَ " کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اُن کے علاوہ دیگر قراءِ کرام نے دونوں قراءتوں کی تخفیف اور تشدید کو جائز سمجھتے ہیں تو یہ قاعدہ اُس وقت لاغو ہوگا جب ہم لفظِ " وَالْأَرْحَامَ " کو منصوب پڑھیں گے۔ اور (قوله يتناشدون بالرحم) کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض

[15] الجمل، حاشية الجمل، 351/1۔

Aljamal,ḥashyatūl Jamal,Vol.1,P.351.

لوگ اُن میں سے ایک دوسرے کے لیے کہا کرتے تھے کہ میں تجھے اللہ اور اپنے خونی رشتہ کا واسطہ دیتا ہوں۔اور الرحیم سے مراد قریبی رشتہ دار ہے اور بیشک الرحیم کا نام قرابت کے لیے مستعار لیا گیا ہے،اِس لیے کہ اَقارب ہی زیادہ تر ایک دوسرے پر رحم کرنے کے ساتھ ساتھ نرمی بھی کرتے ہیں۔اور آیتِ مبارکہ میں رشتہ داروں کی تعظیم کرنے اور اُن سے قطع تعلق نہ کرنے کی دلیل موجود ہے۔اور اِس پر احادیثِ مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ 'الرحیم' عرش پر معلق رہتا ہے،وہ کہتا ہے کہ کوئی ہے؟ مجھے ملے تاکہ اللہ تعالیٰ اُسے مل جائے اور قطع تعلق کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس سے ایسے ہی کرے گا۔اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جس نے تم سے اللہ تعالیٰ کے لیے سوال کیا اسے دے دو اور جس نے رشتہ داروں کے بارے میں سوال کیا تب بھی خالی ہاتھ واپس نہ کرنا۔"

حاشیۃُ الصاوی کی عبارت

"قوله:(وفي قراءة بالجر)أي مع تخفيف تساءلون وهي لحمزة،وأما قراءة النصب فبالتشديد والتخفيف، فالقراءات ثلاثة وكلها سبعية.قوله:"عطفاعلى الضمير في به"أي من غير عود الخافض،وهي وإن كانت لغة فصيحة إلا أنها خلاف الكثير،وقد أشار لذلك ابن مالك بقوله:وعود خافض لدى عطف علىٰضمير خفض لازماً قد جعلاوليس عندي لازماً إذ قد أتىوالنظم والنثر الصحيح مثبتا "(١٦)

علامہ احمد الصاویؒ نے مذکورہ آیت میں اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات پر بحث کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں" اُس کا قول:(وفي قراءة بالجر) میں امام حمزہ کوفیؒ نے فعلِ "تَسَاءَلُوْنَ "کو مخفف جبکہ لفظِ"وَالْاَرْحَامِ "کو مجرور پڑھا ہے،اور بہر حال نصب والی قراءت، تشدید اور تخفیف دونوں طرح سے ثابت ہے،پس یہاں پر تین قراءتیں جمع ہو گئی جو کہ قراءاتِ سبعہ میں سے ہیں۔اُس کا قول:(عطفاعلىٰ الضمير في به)لاکر فرما رہے ہیں کہ "بِهِ " ضمیر کا مرجع جر والی قراءت کے علاوہ کے لیے ہے اور وہ اگرچہ فصیح لغت ہی ہے بہر صورت کثیر کے خلاف ہے،اور ابن المالک نے اپنے قول میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

---

[16] الصاوی،حاشیۃ الصاوی علیٰ تفسیر الجلالین،320۔

Al Ṣawī,ḥashyatūl Ṣawī,Alā Tfsīr Jalālain,P.320.

قراءات کے تفسیری اثرات کا تقابلی جائزہ

علامہ الجمل رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیتِ کریمہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے تفسیری اثرات کی درست معنوں میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ"جملہ میں امام حمزہ کوفیؒ نے"تَسَاءَلُونَ "فعل کو مخفف جبکہ "وَالْأَرْحَامِ" کو مجرور پڑھا،اِس طریقہ کے ساتھ پڑھنے سے تفسیر کرنے میں واضح فرق نظر آتا ہے اور باقی تمام قراءِ کرام نے"تَسَاءَلُونَ "فعل کو مخفف اور مشدد دونوں طرح سے پڑھنے کو جائز سمجھا ہے اور لفظِ"وَالْأَرْحَامَ" کو منصوب پڑھا ہے۔اور"يتناشدون بالرحم "جملہ کی تشریح کی ہے،اور اِسی تشریح اور توضیح سے قراءات کے تفسیری اثرات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

علامہ الصاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تقریباً یہی توضیح کی ہے صرف اندازِ بیان کا فرق ہے،مزید فرماتے ہیں کہ یہاں پر تین قراءات جمع ہو گئی جن کا تعلق قراءِ سبعہ میں سے ہیں اور توضیحِ کلام کے لیے ضمیر کا مرجع بھی بیان فرمایا ہے۔باقی قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو کماحقہ بیان کرنے کے لیے تمام توضیحات مندرجہ ذیل ہیں:

قراءاتِ مشہورہ متواترہ

☆﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ میں دو قراءات کا تذکرہ ملتا ہے:

☆(وَالْأَرْحَامِ) میم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔یہ امام حمزۃ کوفیؒ کی قراءت ہے جو تعریف کا محتاج نہیں

☆(وَالْأَرْحَامَ) میم کے نصب کیساتھ پڑھا گیا۔یہ امام نافع مدنیؒ،امام ابو جعفرؒ اور باقی قراء کی قراءت ہے۔[17]

معانی قراءات و تفسیری اثرات

امام ابن خالویہؒ، مکی بن ابی طالبؒ اور امام القرطبیؒ،امام ابنِ کثیرؒ،اور عزات احمد کی توضیحات پیشِ خدمت ہیں:

اِمام ابن خالویہؒ فرماتے ہیں:

"لقدافادت القراءة الاولىٰ ان المعنى:اتقوا الله الذى تسآءلون به وَالْاَرْحَامِ. وقد اجاز الكوفيون عطف الاسم الظاهر علىٰ الضمير محتجين لكلامهم هذا بقراءة حمزة. واعتبر بعضهم قوله (وَالاَرْحَام) مِنْ بابِ القَسْمِ. وذكربعضهم ان المعنى:واتقوا الله فى الارحام ان تقطعوها"[۱۸]

---

[17] ابن الجزری،النشرفی القراءات العشر،186/2۔
Ibn Jazrī,Al Nashar fīl Qīraāt Ashar,Vol.2,P.186.

" پہلی قراءت کے معنی کا یہ فائدہ ہو گا کہ تم اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ تحقیق کوفیین سے اِس بات کی بھی اجازت ملتی ہے کہ اسمِ ظاہر کا عطف اس ضمیر پر کرنا جو اُن کے کلام کا محتاج ہو۔ یہ امامِ حمزہ کوفیؒ کی قراءت کے مطابق ہے۔ بعض لوگوں نے اعتبار کیا ہے ان کے قول (وَالْاَرْحَامَ) کو قسم کے باب سے۔ بعض علماء نے اس قراءات کے بارے میں اس معنی کا اخراج کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اَرحام کے بارے میں جبکہ تم قطع تعلق کرتے ہو۔ یعنی گفتگو، دعاء و سلام کرنے سے دوری اختیار کرتے ہو۔ اسکے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرو یہ تمہارا کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک اچھا نہیں ہے۔"

اِمام القرطبیؒ (م ٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

"وقدلايُقصَدُ بهذه القراءة القَسْم كما اعتبرها بعضهم،بل قدتكون من باب التوسل بالارحام والاستعطاف [١٩]

" تحقیق اِس قراءت سے قسم کا ارادہ نہ کیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں نے ارادہ کیا ہے بلکہ اس کو بابِ توسل بالارحام و استعطاف سے شمار کیا جائے۔ در حقیقت یہ درست بات ثابت ہو گی۔"

تبصرہ: یہ بات یاد رہی کہ امامِ القرطبی علیہ رحمہ کی توضیح میں وزن ہے اور میری بھی خواہش یہی ہے کہ بابِ توسل سے مانا جائے نہ کہ قسم کے باب سے۔ باب توسل واستعطاف سے ماننا یہ معنی و مفہومِ آیت کے زیادہ قریب تر ہے۔

اِمام ابن کثیرؒ (م ٧٧٤ھ) نے فرمایا:

"اماالقراءة الثانية فقد افادت ان المعنى:اتقوا الله الذى تساءلون به واتقوا الارحام ان تقطعوها،بل برُّوْهَا وصلوها[٢٠] حيث عطف الارحام علىٰ لفظ الجلالة،اويكون معطوفًا علىٰ محل الجارِ والمجرورِ مِنَ الاعرابِ،اذ ان محله النصب علىٰ انه مفعول به،فحمل(والارحام) علىٰ

---

[18] ابن خالويه،الحجة فى القراءات السبع،ص:118۔

Ibnu Khalwaih,Al ḥūjjah fīl Qīraāt Sabb,P.118.

[19] القرطبى،الجامع لاحكام القرآن،5/3۔

Al Qūrtūbī,Al Jamīa līl Ahkam Qurān,Vol.3,P.5.

[20] ابن كثير،ابوالفداء اسماعيل،تفسيرالقرآن العظيم،دارطيبة للنشر والتوزيع،الطبعة الثانية، 1420ھ،210/2۔

Ibne Kasīr,Abu al Fīda Ismaīl,Tafsīr Qurān Aazīm,(Dar Tayyībah līl nashre wa Tawzī,1420 H),Vol.2,P.210.

هذا المعنى فنصب. واختار مكى بن ابى طالب هذه القراءة دون الاخرىٰ محتجًا بانها الاصل وعليها تقوم الحجة،وعليها كل القراء"[۲۱]

" بہر حال دوسری قراءت اس معنی کا فائدہ دیتی ہے کہ تم اس اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے رہتے ہو۔رشتہ داریوں کو توڑنے سے بھی بچو بلکہ ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کو اپنے ساتھ ملا لیا کرو۔اس حیثیت سے اَرحام کا عطف لفظِ 'اللہ' پر ہو گا یا محلِ جر پر عطف ہو گا۔ محلِ نصب میں ہونے کی وجہ سے مفعول بہ ہے۔اور (وَالاَرحَامَ) کو اسی نصب والے معنی پر محمول کیا جائے گا۔امام مکی بن ابی طالب قیسیؒ نے اِسی قراءت کو اختیار فرمایا ہے،دوسری قراءت کو ترک کر دی۔یہ اس لیے کہ یہی قراءت اصل اور اِسی پر حجت قائم ہیں۔ اِسی پر تقریباً تمام قراءِ کرام متفق ہیں۔"رونما ہونے والے تفسیری اثرات کو آگے بڑھاتے ہوئے دکتور عزات فرماتے ہیں:

"وجمعنابين القراءتين يتبين لنا اِنَّ الله امرنا ببر الارحام وصلتها وعدم قطعها.وهذا المعنى هو ما افادته قراءة النصب. اما قراءة الخفض فقد بينت ووصفت ماكان عليه الناس فى الجاهلية حيث كانوا يتوسلون بالرحم ويطلبون حقوقهم بهافى معاملاتهم وعقودهم،وكانوا يحلفون بها فى معاهداتهم.وليس هذا اقرارًا بصحة ماكانوا عليه لان الاسلام قدحرمه،وليس علىٰ سبيل وصف ماكانوا عليه"[۲۲]

"یعنی جب ہم دونوں قراءتوں کو جمع کرتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں حکم فرما رہے ہیں کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کو اپنے ساتھ ملا دینا اور ان کو اپنوں سے الگ نہ کرنا۔اس معنی و مفہوم کا فائدہ نصب والی قراءت ہی دیتی ہے۔بہر حال کسرہ والی قراءت لوگوں کی اس صفت اور بیانیہ کو بیان کرتی ہے جو وہ زمانہ جاہلیت میں مبتلا تھے کہ وہ لوگ اَرحام سے وسیلہ مانگتے تھے۔اپنے معاملات اور عقود میں ان سے اپنے حقوق کو طلب کرتے تھے۔وہ لوگ اپنے معاہدوں میں بھی ان کی قسم کھایا کرتے تھے۔یہ اقرار نہیں ہے ان کے اقوال کی درستگی کے لیے،اس لیے کہ اسلام نے تو اس جیسی تمام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔"

---

[21] مکی القیسی،الكشف عن وجوه القراءات السبع،376/1۔
MakkīAlqaisī,Al Kashf an wajōh Qīraāt Sabb,Vol.1,P.376.

[22] السویرکی،احمدعزات،تفسير القرآن العظيم،غزة،ا لجامعة الاسلامية،۱٤۲۷ھ،ص:۷۳۔
Al Sūwairīkī,Ahmad Azat,Tafsīr Qurān Azīm,(Ghazah,Al Jamiatul Islamiah,1427 H),P.73.

اِختلافِ قراءات کی وجہ سے رُونما ہونے والے مختلف معانی، مفاہیم اور تفسیری اثرات بیان کرنے کے لیے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر سات کو بھی مقالے کا اہم اور خاص حصہ بنایا گیا کیوں کہ اس میں بحثیں بڑی دل کش اور قابل غور اور فکر ہے؟ جو درج ذیل ہیں:

سورۃُالاسراء آیت ۷۔ حاشیۃُالجمل کی عبارت:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الآخِرَةِ لِيَسُوْءُواْ وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُواْ مَاعَلَوْاْ تَتْبِيراً﴾

"قوله﴿لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ﴾متعلق بهٰذا الجواب المقدر۔ وقرأ ابن عامر وحمزة وابوبكر بالياء المفتوحة والهمزة المفتوحة آخرالفعل والفاعل اماالله تعالىٰ واما الوعد واما البعث واما النفير.والكسائى:"لِنَسُوْءَاْ وُجُوهَكُمْ"بنون العظمة أى لنسوءنحن وهوموافق لماقبله من قوله بعثنا عبادالنا و رددناؤا مددنا ولما بعده من قوله عدنا وجعلنا.وقرأ الباقون:"لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ"مسندالىٰ ضميرالجمع العائد علىٰ العباد أوعلىٰ النفير لانه اسم جمع وهو موافق لمابعده من قوله:﴿وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُواْ مَا عَلَوْاْ تَتْبِيراً﴾وفى عود الضمير علىٰ النفير نظر،لان النفير المذكور من المخاطبين فكيف يوصف ذالك النفير بأنه لِيَسُوءُواْ وُجُوههم اللهم الا أى يريد هٰذا القائل أنه عائد علىٰ لفظه دون معناه من باب عندى درهم ونصفه"[23]

علامہ سلیمان الجملؒ نے مذکورہ آیتِ مبارکہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے تفسیری اثرات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"(لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ)والے جملہ ایک مقدر جواب سے متعلق ہے۔اور امام ابنِ عامر شامیؒ، امام حمزہ کوفیؒ اور سیدنا ابی بکر شعبہؒ نے فعل کے آخری حرف کو یا اور ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور انہوں نے فاعل یا تو لفظِ 'اللہ' کو بنایا، یا 'الوعد' یا 'البعث' یا لفظِ 'النفیر' کو بنایا ہے۔اور امام کسائی کوفیؒ نے:" لِنَسُوْءَاْ وُجُوهَكُمْ "نونِ عظمت کے ساتھ پڑھا، اور وہ ماقبل جملہ" بَعَثْنَاعِبَادًا لَنَا"کے موافق ہوگئے۔

اور باقی قراءِ کرام نے صیغہ غائب" لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ " کی اِسناد ایسی ضمیرِ جمع کی جانب کی ہے جو لفظِ" العباد "یا"النفیر "کی طرف عود کررہی ہے، اِس لیے کہ اسمِ جمع کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مابعد والے

---

[23] الجمل، الفتوحات الالٰهية بتوضيح تفسيرالجلالين للدقائق الخفية، 735/2۔
Al Jamal, Al Fūtūhātūl Ilahīah btawzīh Tafsīr Jalālain lil daqāiq Khaffīah, Vol.2, P.735.

جملے"وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُواْمَاعَلَوْاْ تَتْبِيراً"کے موافق ہے۔اور لفظِ"النفیر "کی طرف ضمیر کا عود کرنے میں نظر ہے،اِس لیے کہ مذکورہ النفیر تو مخاطب میں سے ہےاور صیغہ غائب " لِيَسُوءُواْ وُجُوهَهُمْ "کے واسطے وصف بنانادرست نہیں مگر یہ کہ قائل کا یہ ارادہ ہو کہ عود صرف لفظ پر ہو نہ کہ اُس کے معانی پر،یہ اُس مثال کی طرح ہو گی کہ کسی نے کہا کہ "میرے پاس ایک درہم اور نصفِ درہم" ہیں۔"

حاشیۃُ الصاوی کی عبارت

"قوله:﴿لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ﴾متعلق بهذا الجواب المحذوف،وفيها ثلاث قراءات سبعية: الأولىٰ بضمير الجماعة مع الياء،فالواو فاعل الثانية بنون العظمة وفتح الهمزة آخراً،والفاعل هو الله.الثالثة بالياء المفتوحة والهمزة المفتوحة،والفاعل إما لله وإما الوعد وإما البعث وإما النفير،تأمل"[(٢٤)]

علامہ احمد بن محمد الصاویؒ نے"لِيَسُوءُواْ وُجُوهَكُمْ "جملہ کوایک محذوف جواب کے ساتھ متعلق کیاہے،اوراِس میں تین قراءاتِ جمع ہو گئی جو قراءاتِ سبعہ میں سے ہیں:پہلی قراءت میں یاکے ساتھ جمع کاصیغہ پڑھا گیا،دوسری قراءت نونِ عظمت اور ہمزہ کو فتحہ دیا گیایعنی متکلم کے صیغہ کے ساتھ پڑھا گیااِس صورت میں لفظِ'اللہ 'کو فاعل بنایا گیاہے جبکہ تیسری قراءت کی بنیاد پر یااور ہمزہ دونوں کو مفتوح پڑھا گیاہے،اِس کی بنیاد پر فاعل یا تو لفظِ'اللہ' یا'الوعد'یا'البعث'ہو گا یالفظِ'النفیر'ہو گالیکن اِس میں تامل کیا گیاہے۔

قراءات کے تفسیری اثرات کا تقابلی جائزہ

خواہ حاشیۃُ الجمل کا مصنف ہو خواہ حاشیۃُ الصاوی کا مؤلف ہو درج بالا آیتِ مبارکہ میں قراءاتِ متواترہ کے تفسیری اثرات کو بیان کرنے میں دونوں نے بہت ہی مفکرانہ، محققانہ اور محدثانہ طور پر بحث کی ہے۔اور دونوں کی توضیحات تقریبا ایک طرح نظر آتی ہیں۔اور انہوں نے قومِ بنی اسرائیل کی خوب کلاس لینے کے ساتھ ساتھ اُن کے احمقانہ عقیدہ، نظریہ،سوچ اور دوغلا پن کو بھی زیبِ قلم بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔مذکورہ مفسرین کی توضیحات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے معروف قراءِ کرم،دیگر مشہور مفسرین اور دورِ جدید کے ماہرِ قراءات دوکتور حضرات کی وضاحتوں کو بھی بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت لانے کی سعی کی ہے جو درج ذیل ہیں:

---

[24] الصاوی،حاشیۃ الصاوی علیٰ تفسیرالجلالین،ص:1036۔

Al Ṣāwi,ḥāshyatūl Ṣāwi Ala Tafsīr Jalālain,P.1036.

قرائے کرام کا اختلاف

(لِيَسُوْءُواْ وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ) میں تین قراءتوں کا تذکرہ ملتا ہے:

☆(لِيَسُوءَا وُجُوهَكُمْ) یا سے جبکہ ہمزہ کو فتحہ دیکر پڑھا گیا۔ یہ امام ابن عامرؒ، حمزہؒ، خلفؒ اور ابو بکرؒ کی قراءت ہے۔

☆(لِنَسُوْءَا وُجُوهَكُمْ) نون کے ساتھ جبکہ ہمزہ کو فتحہ دیکر پڑھا گیا ہے۔ یہ امام کسائی کوفیؒ کی قراءت ہے۔

☆(لِيَسُوءُوْا وُجُوهَكُمْ) یا کو فتحہ، ہمزہ کو ضمہ دیکر واو کا اضافہ کر کے پڑھا گیا، یہ باقی قراءِ عشرہ کی قراءت ہے۔[25]

معانی قراءات و مفہوم

قراءات کے معانی کو بیان کرنے میں امام الحسین بن احمد جو ابنِ خالویہؒ (المتوفی: ٣٧٠ھ) اور امام ابو منصور محمد بن احمد الہروی، المعروف بالازہریؒ (المتوفی: ٣٧٠ھ) کی توضیحات کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں:

امام ابن خالویہؒ فرماتے ہیں:

"قوله تعالى:﴿لِيَسُوؤُا وُجُوهَكُمْ﴾يقرأ بفتح الهمزة علامة للنصب.وبضمّها،و واو بعدها.و بالياءوالنون.فالحجة لمن قرأ بفتح الهمزة:أنه جعله فعلا للوعد وللعذاب.والحجة لمن قرأه بالضم:أنه جعله فعلا للعباد في قوله:عِباداً لَنا لِيَسُوْءُوا وُجُوْهَكُمْ.ودليله قوله:وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ،وَلِيُتَبِّرُوا،والقراءةُ بالياءِ في هذينِ الوَجهَينِ.فأمّا النون فإخبار عن الله عز وجل،أخبر به عن نفسه.وخصّ الوجوه،وهو يريد:الوجوه والأبدان .ودليله قوله تعالىٰ: كُلُّ شَيْءٍ هالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُيريد:إلّاهو.والفعل في الإفراد والجمع منصوب بلام كي"[٢٦]

امام حسین بن خالویہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول:"لِيَسُوؤُاوُجُوهَكُمْ "والے فعل میں نصب اور ضمہ کی علامت کو ظاہر کرنے کے لیے ہمزہ کو فتحہ دیا گیا، اور اس کے بعد واو، یا اور نون کے ساتھ بھی پڑھا گیا۔ جن قراءِ کرام نے ہمزہ کو فتحہ دیکر پڑھا اُن کی دلیل یہ ہے کہ "لِيَسُوؤَا "فعل کے لیے لفظِ "الوعد اور العذاب" کو فاعل بنایا ہے۔ اور جن قراءِ کرام نے ضمہ کے ساتھ پڑھا اُن کی دلیل یہ ہے کہ "لِيَسُوؤُا "فعل کے لیے لفظِ "العباد" کو فاعل بنایا ہے، تقدیری عبارت: "عِبَاداًلَّنَالِيَسُوْؤُاوُجُوْهَكُمْ" ہو گی، اور اس کی تقویت کے لیے آیت کہ کا یہ حصہ: "وَلِيَدْخُلُوا

[25] ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، 306/2۔
Ibn Jazrī,Al Nashar fīl Qīraāt Ashar,Vol.2,P.306.

[26] ابن خالويه، الحجة فى القراءات السبع، ص:٢١٤۔
Ibn Khalwaih,Al ḥūjah fīl Qīraāt Sabb,P.214.

الْمَسْجِدَ، وَلِيُتَبِّرُوا " بھی دلیل ہے، اور یا والی قراءت کا تعلق مذکورہ دونوں وجوہ سے ہے۔ بہر حال نُون والی قراءت اللہ عزوجل کے بارے میں خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اُن کو باخبر کرتا ہے کہ در حقیقت تمہیں عذاب میں مبتلا کرنا میرا کام ہے کسی اور کا کام نہیں ہے۔ اور یہاں پر "الوجوہ "کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، اِس سے چہرے اور اجسامِ انسانی مراد ہے: دلیل کے طور پر سورۃ القصص کی آیت نمبر ۸۸" كُلُّ شَيْءٍ هالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ "کو پیش کی گئی ہے۔ اِس آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب ہے کہ ہر چیز ختم ہو جائے گی مگر صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس باقی رہنے والی ہے۔ اور "لِيَسُوؤُا" فعل کا مفرد یا جمع لانا لام کی کے ساتھ منصوب ہے۔"

اِمام الازہری لکھتے ہیں:

"قوله جلَّ وعزَّ:﴿لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ﴾قرأ ابن عامر وأبوبكر عن عاصم وحمزة "لِيَسُوْءَ"بالياء وفتح الهمزة علىٰ واحدٍ،وقرأ الكسائي"لِنَسُوْءَ"بالنون وفتح الهمزة،وقرأ الباقون"لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ"بالياء وضم الهمزة ممدودةً علىٰ جميع.قال أبومنصور:مَنْ قَرَأَ "لِيَسُوءَ وُجُوهَكُمْ"فالمعنى:فإذاجاء وَعْدُ المرة الآخرة لِيَسُوْءَ الوَعْدُ وُجُوْهَكُمْ.وَمَنْ قَرَأَ "لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ"بالجمع فالمعني:لِيَسُوْءُوْا الرِجَالُ و أُوْلُوْ البأس الشديد وجوهكم وليدخلوا المسجد كما دخلوه أوّلَ مَرةٍ.وَمَنْ قَرَأَ "لِنَسُوْءَ وُجُوْهَكُمْ"فهو من فعل الله،أى:لِنَسُوْءَ نحن وُجُوْهَكُمْ مجازاة لسوء فعلكم.وكل ذلك جائز،والاختيار عندي"لِيَسُوءُوْا"بالجمعِ؛ لأنه عطفَ عليه"وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ"والله أعلم"[27]

اِمام محمد بن احمد الازہری، ابو منصور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول: "لِيَسُوْءُوْا وُجُوْهَكُمْ "والے فعل کو اِمام ابنِ عامر شامی، اِمام حمزہ کوفی اور سیدنا ابی بکر شعبہ (جو امام عاصم کوفی کا شاگردِ خاص ہے) نے "لِيَسُوْءَ "یا سے جبکہ ہمزہ کو فتحہ دیکر واحد کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے، اور اِمام کسائی کوفی نے "لِنَسُوْءَ "نون کے ساتھ جبکہ ہمزہ کو فتحہ دیکر پڑھا ہے، اور باقی قراءِ کرام کی طرف سے "لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ "یا اور ہمزہ ممدودہ کے ساتھ جمع کے صیغہ ساتھ پڑھا

---

[27] الازہری، محمد بن احمد، معانی القراءات للازہری، مرکزالبحوث فی کلیة الادب، جامعة الملک سعود، الطبعة الاولیٰ، 1412ھ، 87/2۔

Al Azharī,Muhammad bin Ahmad,**M'ānī Qīraāt Azharī**,(Jāmīatūl Malīk Saūd,1412H),Vol.2,P.87.

گیاہے۔ امام ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ جس نے "لِيَسُوءَ وُجُوْهَكُمْ "پڑھا تو مفہوم یہ ہوگا کہ جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو وہ وعدہ ہی بذاتِ خود چہروں کو بگاڑ دیا یعنی اُن کو نیست ونابود کر دیا۔

اور جس نے "لِيَسُوْءُوْا وُجُوْهَكُمْ "کو جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا تو مطلب یہ ہوگا کہ جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے آدمیوں اور نہایت زور آور لوگوں کو تم پر مسلط کر دیا تاکہ وہ تمہیں رُوسیاہ کر دیں اور وہ اس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے۔اور جس نے "لِنسُوْءَ وُجُوْهَكُمْ "پڑھا،اِس حالت میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی کلام کا یہ مفہوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہارے برے کام کا صلہ دیتے ہوئے تمہارے چہروں کو سیاہ کر دیں۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں یہ سب کچھ جائز ہے ،اور اختیار کلی بھی ان ہی کے پاس ہے۔علامہؒ مزید فرماتے ہیں : اگر"لِيَسُوءُوْا "فعل کو جمع کے ساتھ پڑھیں گے تو"وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ "کا عطف اس پر ہوگا اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔"

قراءات کے تفسیری اثرات

قراءات کے تفسیری اثرات کو بیان کرنے کے لیے امام محمد بن احمد القرطبیؒ کے اقوال کو دلکش اور احسن انداز میں ترتیب دینے کے ساتھ تبصرہ بھی کیا گیا، موصوفؒ علوم القرآن میں بہت ہی عمدہ مقام رکھتے ہیں:امام القرطبیؒ فرماتے ہیں:

"﴿لِيَسُوْؤُا وُجُوْهَكُمْ﴾أَيْ بِالسَّبْيِ وَالْقَتْلِ فَيَظْهَرُ أَثَرُ الْحُزْنِ فِي وجوهكم،ف"لِيَسُوْؤُا" مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوفٍ،أَيْ بَعَثْنَا عِبَادًا لِيَفْعَلُوا بِكُمْ مَا يَسُوْءُ وُجُوهَكُمْ.قِيلَ:الْمُرَادُ بِالْوُجُوهِ السَّادَةُ، أَيْ لِيُذِلُّوْهُمْ.وَقَرَأَ الْكِسَائِيُّ"لِنَسُوْءَ"بِنُونٍ وَفَتْحِ الْهَمْزَةِ، فِعْلُ مُخْبِرٍ عَنْ نَفْسِهِ مُعَظِّمٍ،اعْتِبَارًا بِقَوْلِهِ:وَقَضَيْنَا وَبَعَثْنَا وَرَدَدْنَا".وَنَحْوُهُ عَنْ عَلِيٍّ.وتصديقها قراءة أبى" لنسوأن" بِالنُّونِ وَحَرْفِ التَّوْكِيدِ.وَقَرَأَ أَبُوبَكْرٍ وَالْأَعْمَشُ وَابْنُ وَثَّابٍ وَحَمْزَةُ وَابْنُ عَامِرٍ" لِيَسُوْءَ" بِالْيَاءِ عَلَى التَّوْحِيدِ وَفَتْحِ الْهَمْزَةِ، وَلَهَا وَجْهَانِ:أَحَدُهُمَا،لِيَسُوْءَ اللَّهُ وُجُوْهَكُمْ.وَالثَّانِي:لِيَسُوْءَ الْوَعْدُ وُجُوْهَكُمْ.وقرأ الباقُوْنَ" لِيَسُوْؤُا" بِالْيَاءِ وَضَمِّ الْهَمْزَةِ عَلَىٰ الْجَمْعِ،أَيْ لِيَسُوْءَ الْعِبَادُ الَّذِينَ هُمْ أُوْلُوْ بَأْسٍ شَدِيدٍ وُجُوْهَكُمْ"[٢٨]

اِمام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی فرماتے ہیں :" اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان"لِيَسُوْؤُا وُجُوْهَكُمْ "کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب اللہ کے بندے کفار (بنی اسرائیل) کو اذیت اور قتل کر رہے تھے تو اُن کے چہروں سے پریشانی

[28] القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 223/10۔
Al Qūrtūbī,Al Jāmī Ahkām Qurān,Vol.10,P.223.

کے آثار نظر آر ہے تھے ، یہاں پر"لِيَسُوءُا "فعل ایک محذوف عبارت سے متعلق ہے،یعنی ہم نے اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے ساتھ وہ کام کرے جس کے کرنے کا حق ہے یعنی تمہیں نیست و نابود کردیں۔کسی نے کہا کہ 'الوجوہ' سے مراد رُوسیاہ چہرہ ہے یعنی اُن کو ذلیل کردیئے گئے۔اور امام کسائی کوفیؒ نے "لِنَسُوْءَ "فعل کو نون اور فتحِ ہمزہ کے ساتھ پڑھا، خبر دینے والے فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے "وَقَضَيْنَا وَبَعَثْنَا وَرَدَدْنَا " کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی ذاتِ مقدسہ کی طرف کی ہے۔اور اِس جیسی مثال حضرت علیؓ سے بھی ملتی ہے کہ انہوں نے حضرت اُبی بن کعبؓ کی قراءت کی تصدیق "لنسوأن "نون اور حرفِ تاکید کے ساتھ کی ہے۔اور سیدنا ابی بکرؓ،اعمشؒ،ابنُ وثابؒ،امام حمزہؒ اور ابنِ عامرؒ نے "لِيَسُوْءَ"فعل کو یا اور ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ واحد کا صیغہ پڑھا ہے،اُس کی دو وجوہ ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے چہروں کو رُوسیاہ کردیں۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ وعدہ ہی اُن کے چہروں کو بگاڑ دیں جو اُن کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے کیا گیا تھا۔اور باقی قراءِ کرام نے "لِيَسُوْؤُا "کو یا کے ساتھ اور ہمزہ کو ضمہ دیکر جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے،یعنی ایسے اللہ تعالیٰ کے بندوں نے اُن کے چہروں کو بزور سیاہ اور رسواہ کردیں جو بڑے زور آور اور نہایت مضبوط تھے۔"

خلاصہ کلام:

حاشیۃ الجمل اور حاشیۃُالصاوی علیٰ تفسیر الجلالین کی روشنی میں قراءاتِ عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو تقابل شکل میں بیان کرنے کے لیے قرآنِ مجید میں سے چار آیتوں کو موضوعِ بحث بنایا گیا۔ تفسیری اثرات بیان کرنے میں امام الجملؒ اور علامہ الصاویؒ کے ساتھ دیگر مشہور قراءِ اور مفسرین کے تفسیری اقوال کو بھی مقالے کا حصہ بنایا گیا ہے۔سورۃُالبقرہ کی آیت نمبر ۸۵ کے تفسیری اثرات: حقیقی معنوں میں یہ بات ثابت شدہ تھی کہ یہودیوں کے مختلف قبائل جنگ اور جدل کے اختتام پر مدِ مقابل غالب اور مغلوب دونوں فَرِیقَیْن آپس میں باہمی صلح،مشورہ اور رضامندی سے ایک دوسرے کے قیدیوں کا تبادلہ کرتے تھے۔اگر مخالف کے پاس قیدی نہ ہوتا تو وُہ مال فدیہ میں دے کر اپنے قیدیوں کو آزاد کراتے تھے۔اور اُن کا یہ طریقہ کار اُس وقت کا ایک اہم دستوری فیصلہ سمجھا جاتا تھا اور اس کو لازمی طور پر تمام فرقِ مخاصمہ تسلیم بھی کیا کرتے تھے۔

سورۃُالاسراء :آیت ۷

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷ کے "لِيَسُوْءُواْ وُجُوْهَكُمْ"والے حصہ میں اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو بہت ہی عمدہ اور سہل انداز میں علامہ سلیمان الجملؒ اور علامہ احمد الصاویؒ کی توضیحات کا تقابلی جائزہ

لینے کے ساتھ ساتھ تفسیری اثرات کو دیگر مشہور مفسرین، قراءِ کرام اور عصرِ حاضر کے ماہر قراءاتِ قرآنیہ کے دکتور حضرات کے اقوال کی روشنی میں جائزہ لیا گیا جس میں مذکورہ آیتِ مبارکہ میں تین طرح کی قراءاتِ قرآنیہ کو کماحقہ توضیحات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

پہلی قراءت: "لِيَسُوْءَوُجُوهَكُمْ"واحدِ غائب کے صیغہ کے ساتھ پڑھا گیا تو مفہومِ کلام یہ ہوگا کہ جب دوسرے وعدے کا وقت آیا جس کے بارے میں اُن کو متنبہ کر دیا گیا تو وہ وعدہ ہی بذاتِ خود اُن کے چہروں کو بگاڑ دیا یعنی اُن کو نیست ونابود کر دیا۔اور بنی اسرائیل ہر طرف سے مغلوب ہو کر تباہ اور برباد ہو گئے۔دوسری قراءت: "لِنَسُوْءَ وُجُوْهَكُمْ "جس نے جمع متکلم کے صیغہ کے ساتھ پڑھا تو اِس حالت میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یعنی مفہومِ کلام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہارے برے کام کا صلہ دیتے ہوئے تمہارے چہروں کو سیاہ کر دیں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ جائز ہے اور اختیار کلی بھی ان ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو لفظِ "کن" سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

تیسری قراءت: "لِيَسُوْءُوْا وُجُوْهَكُمْ "جس نے جمع غائب کے صیغہ کے ساتھ پڑھا تو مطلب یہ ہوگا کہ جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے عام آدمیوں اور نہایت زور آور لوگوں کو تم پر مسلط کر دیا تاکہ وہ تمہیں رُوسیاہ کر دیں اور وہ اس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے۔آخری قراءت جمہور قراءِ کرام کی قراءت ہے جس میں قرآنِ مجید کی موجودہ صورت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔بہر حال مذکورہ تینوں قراءات، قراءِ سبعہ متواترہ میں سے ہیں جو ہمارے لیے ہر صورت میں حجت در حجت ہیں۔درحقیقت اختلافِ قراءات کی وجہ سے یہود ونصاریٰ اور خاص کر مردہ دل بنی اسرائیل کی کسی بھی طرح بد معاشی، غادت گری، وعدہ خلافی، خونِ ناحق، دھوکہ اور فریب کو روزِ روشن کی طرح آشکار اور چاک کر دیا گیا ہے۔یاد رہے کہ یہود ہر زمانہ میں خدا کا گستاخ رہا ہے اور اب بھی ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے بارے میں ان کی حرکات، سکنات، اقوال اور افعال دنیائے عالم کے سامنے مہتاب اور آفتاب کی طرح عیاں ہیں۔واللہ الموفق

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License